السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

جب پاکستان بنا تو کئی عورتوں نے ہندوؤں اور سکھوں سے اپنی عزت وناموس بچانے کے لیے نہر یا کنویں میں چھلانگیں لگا کر خودکشی کر لی۔ کیا ایسا کرنا قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے؟ براہِ کرم اولین فرصت میں اس مسئلہ کی وضاحت کریں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شریعت اسلامیہ میں ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین واخلاق، مال ومتاع، جسم وجان اور عزت وناموس کا دفاع کرے، اگر ان کی حفاظت کرتے ہوئے جان، جان آفریں کے حوالے ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو شہید قرار دیا ہے اگرچہ یہ شہادت میدان کارزار میں جان قربان کر دینے سے کمتر درجہ کی ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا انسان انتہائی پسندیدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''جو انسان اپنے اہل وعیال کو بچاتے ہوئے کام آ جائے یا اپنے خون وجسم کی حفاظت میں فوت ہو جائے یا اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہے۔''[1]

ایک روایت میں ہے کہ جو انسان اپنے مال ومتاع کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔[2]

عزت وناموس کا دفاع کرنے والا بھی شہید ہے بلکہ اپنے آپ سے کسی کے ظلم کو دور کرتے ہوئے قتل ہو جانے والا بھی شہید ہے۔[3]

اپنی عزت کا دفاع کرنا اور اس سلسلہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا بہت اچھی موت ہے لیکن اس سلسلہ میں خودکشی کی اجازت نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ ایک انسان کو گہرا زخم لگا، وہ اس کی تاب نہ لا سکا تو اس نے خود کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے اپنی جان دینے کے متعلق مجھ سے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔[4]

''خودکشی کرنے والے کے متعلق بہت سی احادیث کتب حدیث میں مروی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے تیز دھار والے آلے سے خود کو ختم کیا وہ جہنم میں اسی طرح سزا سے دوچار ہوگا۔[5]

جس نے گلہ گھونٹ کر خود کو ختم کیا یا پیٹ میں چھرا گھونپ کر اپنے آپ کو قتل کر لیا، اسے قیامت کے دن اسی قسم کی سزا دی جائے گی۔[6]

ان احادیث کی روشنی میں عزت وناموس کو بچانے کے لیے خودکشی کی اجازت نہیں دی جا سکتی بلکہ ہمارے رجحان کے مطابق اس قسم کے حالات میں مردانہ وار مقابلہ کیا جائے اور اپنی جان اگر قربان ہوتی ہے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، امام بخاری رحمة اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے۔ ''کیا آدمی دشمن کو گرفتاری پیش کر سکتا ہے؟ اور جو گرفتاری کے بجائے جان دے دے اس کا کیا حکم ہے؟''[7]

پھر انہوں نے ایک طویل حدیث پیش کی ہے، جس میں وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوس بنا کر روانہ کیا اور ان کے امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ عسفان اور مکہ کے درمیان بنو لحیان نے ان کا گھیراؤ کر لیا اور انہیں امان دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ خود کو دشمن کے حوالے کر دیں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے گرفتاری دینے کے بجائے اپنی جان کا نذرانہ دینے کو ترجیح دی، اس طرح سات آدمی شہید ہو گئے جبکہ حضرت خبیب، ابن دثنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔[8]

اسے امام بخاری رحمة اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ بوقت ضرورت گرفتاری پیش کی جا سکتی ہے لیکن خودکشی کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی کمزور آدمی ہمارے ساتھ روانہ نہ ہو۔'' ان میں ایک آدمی کمزور سواری پر نکلا اور اس سے گر کر مر گیا لوگوں نے کہا یہ شہید ہے، یہ شہید ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ ''اعلان کر دو جنت میں نافرمان آدمی داخل نہیں ہوگا۔''[9] ان تصریحات کے پیشِ نظر کسی خاتون کا عزت وناموس بچانے کے لیے خودکشی کرنا محل نظر ہے۔

---

[1] مسند امام احمد، ص: ۱۹۰، ج ۱۔

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۲۴۸۰۔

[3] مسند الامام احمد، ص: ۳۰۵، ج ۱۔

[4] بخاری، الجنائز: ۱۳۶۴۔

[5] بخاری، الجنائز: ۱۳٦۳۔

[6] صحیح بخاری، الجنائز: ۱۳٦۵۔

[7] کتاب الجہاد، باب نمبر: ۱٦۹۔

[8] صحیح بخاری، الجہاد: ۳۰۴۵۔

[9] فتح الباری، ص: ۱۱۱، ج٦۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:3، صفحہ نمبر:481

محدث فتویٰ